© rasailojaraid.com

محمد عمر فاروق

اقبال دشمنی......تشنہ پہلو

پروفیسر ایوب صابر کے انٹرویو کے حوالے سے لکھے گئے میرے ایک مضمون کے جواب میں پروفیسر مذکور کا جوابی مضمون ۲۸ر دسمبر ۲۰۰۴ء کے ''نوائے وقت'' کے ادبی ایڈیشن میں اشاعت پذیر ہوا۔ میرے مضمون کا مقصد اُن کے تحقیقی کام یا اُن کی ذات پر تنقید ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ان امور کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا' جن کا ذکر اُن کے انٹرویو میں دانستہ یا دانستہ طور پر نہیں کیا گیا تھا۔ میری ان گزارشات کو اگر وہ صرف ذاتی تنقید سمجھتے ہیں اور میرے اٹھائے گئے سوالات کو عمداً نظر انداز کرتے ہیں تو پھر وہ تحقیق کے فرض سے جس طرح عہدہ برآ ہوتے ہوں گے' اس کا اندازہ لگانا مشکل امر نہیں ہے۔ ایک طرف تو وہ میری تنقید کو لائق تحسین قرار دیتے ہیں کہ: ''اُن کا جذبہ و اساس قومی و ملی اقدار و مقاصد سے ہم آہنگ ہے۔'' اور اسی سانس میں میری تنقید کو علمی تحقیق کے اعتبار سے افسوسناک اور مایوس کن بھی کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر میرا کوئی حوالہ بے بنیاد اور میری کوئی سی بات من گھڑت تھی تو وہ اس کا بھانڈا پھوڑتے۔ میری تنقید جو فی الواقعہ تنقید نہیں تھی' بلکہ حقائق کی نقاب کشائی تھی جو صرف اور صرف ڈاکٹر ایوب صابر کے انٹرویو کے حوالے سے تھی' مگر وہ جوابی مضمون میں اپنی کتابوں کے مندرجات پیش کرنے بیٹھ گئے۔ حوالہ بھی اس کتاب کا جو ابھی تک پاکستان میں شائع بھی نہیں ہوئی۔

البتہ مجھے خوشی ہوئی کہ انہوں نے ایک دلیل کا اعتراف کیا ہے کہ ''صحیح بات یہی ہے کہ اقبالؒ ۱۹۳۳ء میں قادیانیوں سے مایوس ہوئے'' مگر ساتھ ہی وہ قادیانیوں کے وکیل صفائی بن بیٹھے کہ ''دراصل قادیانیوں کا اقبالؒ پر سب سے بڑا اعتراض ہی یہی ہے کہ ۱۹۳۵ء تک اقبال' احمدیوں کو مسلمانوں کا فرقہ سمجھتے تھے پھر ایکا ایکی انہیں کیوں غیر مسلم قرار دے دیا۔'' اور ایوب صابر کے مطابق ''ایسی کوئی تفصیل ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۴ء کے برسوں میں دستیاب نہیں ہے۔''

(جس میں اقبال کی قادیانیوں کو غیر مسلم سمجھنے میں واضح مدد ملتی ہو۔ (عمر)

راقم' اقبالیات کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے جبکہ پروفیسر ایوب صابر جو ماشاء اللہ ماہر اقبالیات ہیں۔ وہ اگر قادیانی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر تحقیق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑتے تو ۱۹۳۳ء۔ ۱۹۳۴ء کے برس تو ایک طرف رہے' وہ صرف ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی اقبال کی نظم کا یہ شعر ہی قادیانیوں کے لیے نقل کر دیتے تو کافی تھا:

اے کہ بعد از تُو نبوت شد بہ ہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز شمعِ نور عرفاں کردہ ای

یاد رہے کہ آنجہانی مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا تھا' دوسرا حوالہ ملاحظہ کیجیے کہ ۱۹۱۶ء میں جب قادیانیوں نے اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے تو علامہ اقبال نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان دیا تھا کہ ''جو شخص نبی کریم (ﷺ) کے بعد کسی ایسے نبی کا قائل ہو' جس کا انکار مستلزم کفر ہو' وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ اگر قادیانی جماعت کا یہی عقیدہ ہے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (گفتارِ اقبال، ص۲۲۔ نیز ''اقبال اور احمدیت''۔ از بشیر احمد ڈار ص: ۱۷۔ اقبال کا یہی بیان قادیانی اخبار ''الفضل''، قادیان ج ۳ ص ۱۰۵، ۱۱/ اپریل ۱۹۱۶ء پر بھی موجود ہے)

اقبال پر قادیانیوں کا یہ اتہام کہ وہ مجلس احرارِ اسلام کے قائدین کے کہنے پر ۱۹۳۵ء میں قادیانیوں کے شدید ناقد بن گئے تھے، بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد جو کہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کی جانب سے سب ججی دلانے کے لالچ میں آ کر قادیانی ہو گئے تھے۔ آخر ان شیخ اعجاز احمد کی تمام اولاد کس کے کہنے میں آ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئی تھی۔ ان کا تو مجلس احرار اسلام کے بزرگوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ کیا اس انداز میں قادیانیوں کو دوٹوک جواب نہیں دیا جا سکتا؟

یہ درست ہے کہ علامہ اقبال نے قادیانی امت کے خلاف شد و مد سے ۱۹۳۵ء میں ہی لکھا' لیکن مذکورہ حوالہ جات یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں کرتے ہیں کہ علامہ اقبال نے قادیانی گماشتوں سے کبھی سروکار نہیں رکھا' سوائے کشمیر کمیٹی کے' کوئی ایسا دوسرا حوالہ موجود نہیں ہے کہ اقبال کے قادیانیوں کے ساتھ کبھی کسی قسم کے تعلقات اور روابط موجود رہے ہوں۔ اس کے برعکس قادیانیوں کے شدید ترین مخالفین کے ساتھ علامہ محمد اقبال کے قریبی تعلقات تادمِ مرگ قائم رہے جو اقبال کی قادیانیوں کے متعلق واضح رائے اور دوٹوک مؤقف کے مظہر ہیں۔ اقبال کے ساتھ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (ان کے دادا نے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا سب سے پہلا فتویٰ دیا تھا) کے مثالی تعلقات رہے۔ اس صفحہ کی تنگ دامنی کی وجہ سے صرف ایک حوالہ پیش ہے کہ یہ تینوں بزرگ مارچ ۱۹۲۵ء میں اقبال کے ہاں ایک خاص دعوت میں شریک تھے۔ (''بادشاہی مسجد لاہور'' از ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، ص ۳۸) مزید تفصیلات کے لیے افضل حق قرشی کی کتاب ''اقبال کے ممدوح علما'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

''ختم نبوت اور عقیدۂ اقبال'' کے مصنف عبدالمجید خاں ساجد نے اقبال پر یہ کتاب لکھ کر اقبال کے خلاف قادیانی پروپیگنڈے کا سدباب کیا۔ راقم الحروف نے اپنے مضمون میں عبدالمجید خاں ساجد کے اس تحقیقی کارنامے پر انہیں ''درویشِ خدامست'' کے الفاظ سے یاد کیا جو پروفیسر ایوب صابر کی طبعِ نازک پر گراں گزرے اور انہوں نے ان کی ذات کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی خدمات کی فہرست کا پٹارہ کھول دیا۔ جنابِ والا! اگر آپ نے کوئی خدمت انجام دی ہے تو کسی سے صلہ و ستائش کی تمنا کرنا چہ معنی دارد؟ خود ستائی اور خود پسندی شرعاً اور اخلاقاً بھی معیوب اور ناپسندیدہ فعل ہے، جس سے اہل علم و دانش ہمیشہ احتراز کیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے نفس کے شر سے محفوظ رکھیں آمین۔

رہی بات کہ اس درویش خدامست (عبدالمجید خاں ساجد) نے قربانی و ایثار کی کیا مثالیں قائم کی ہیں؟ اس کی ثقہ گواہی ملتان کے علمی و ادبی حلقوں سے بالتفصیل حاصل کی جا سکتی ہے جو میرے قلم سے شاید مناسب نہ ہو۔ نیز عبدالمجید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاں ساجد کے فرزند ممتاز مزاحیہ شاعر و کالم نگار خالد مسعود خان بھی اس سلسلے میں پروفیسر ایوب صابر کی مدد کر سکتے ہیں۔ میں یہاں عبدالمجید ساجد کی اقبالیات سے متعلق چند کتب کے نام گنوانے پر ہی اکتفا کروں گا۔ تا کہ ان کی اقبالیات پر تحقیق کا اندازہ ہو سکے اور ایوب صابر کا یہ اعتراض بھی رفع کیا جائے کہ ''وہ محض ایک جزوی موضوع پر کتاب لکھ کر ''درویشِ خدامست'' کے منصب پر فائز ہو گئے تھے۔'' (۱) ''اقبال دی حیاتی'' (اقبال کی پنجابی میں پہلی مستند سوانح)، (۲) ''دل دا جانن'' (علامہ اقبال کی دس طویل نظموں کا منظوم پنجابی ترجمہ)، (۳) ''اقبال حیاتِ عصر''، (۴) ''ختم نبوت اور عقیدۂ اقبال'' یہ کتاب اپنے موضوع اور تاریخ اشاعت (۱۹۹۷ء) کے اعتبار سے بھی پروفیسر ایوب صابر کی کتاب ''اقبال کی شخصیت پر اعتراضات کا جائزہ'' (۲۰۰۳ء) پر اوّلیت کا اعزاز رکھتی ہے۔ عبدالمجید ساجد نے شہرت و ناموری کی حرص اور حصولِ زر کی دوڑ میں شریک ہونے کے بجائے گورنمنٹ کالج ملتان میں بطور لائبریرین خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کر دی۔

اگر دورانِ انٹرویو ایوب صابر اقبال دوست اور اقبال دشمن کتابوں کے نام مکمل نہیں گنوا سکے تو یہ ان کا قصور ہے کیونکہ جب دیگر نام لیے جا سکتے ہیں تو کچھ مخصوص نام عروسِ نو کی طرح لیتے ہوئے شرما جانا تحقیق کے اصولوں اور دیانت کے تقاضوں کے منافی ہے جو صاحبانِ علم اور اربابِ تحقیق کا شیوہ ہرگز نہیں ہے۔

جانباز مرزاؒ......حیات و ادبی خدمات

تحریکِ آزادی کے نامور کارکن اور ممتاز شاعر و ادیب جانباز مرزا مرحوم پر محمد عمر فاروق، ایم فل (اردو) کا مقالہ بعنوانِ بالا کے تحت لکھ رہے ہیں۔ (جس کی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے باضابطہ طور پر منظوری و اجازت دے دی ہے۔) جو احباب جانباز مرزا کے حالاتِ زندگی اور اُن کی تخلیقات سے متعلق معلومات رکھتے ہوں۔ نیز ان کے پاس جانباز مرحوم کی نظمیں، خطوط، مضامین اور ماہنامہ ''تبصرہ'' کے شمارے موجود ہوں، از راہ کرم اُن کی کاپی عطا فرمائیں یا آگاہ فرمائیں۔ خود حاضر ہو کر بصد شکریہ استفادہ کیا جائے گا۔

جانباز مرزا کی درج ذیل تصنیفات تا حال دستیاب نہیں ہو سکیں۔ ان کے متعلق معلومات مطلوب ہیں:

۱ ''حبسیاتِ جانباز'' (کلام)

۲ ''درسِ حریت'' (کلام)

۳ ''تارِ گریباں'' (کلام)

۴ ''اور دیکھتا چلا گیا''

رابطہ محمد عمر فاروق 71/10 فیصل چوک تلہ گنگ، ضلع چکوال

© rasailojaraid.com